ینساء النبی لستن کاحد من النساء

حبیبہ حبیب خدا، ام المومنین

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سوانحی احوال، دینی خدمات، آنحضرت کی گھریلو زندگی کا شاہکار

ابو ریحان ضیاء الرحمن فاروقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حبیبہ حبیب خدا ' ام المومنین

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابتدائی تعارف و حالات زندگی

نام و نسب:- عائشہ لقب صدیقہ ام المومنین ' حمیرا ' آنحضرت ﷺ آپؓ کو بنت الصدیق سے یاد فرماتے تھے۔

والد کا نام و نسب:- عائشہ بنت ابوبکر عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

والدہ کا نام و نسب:- حضرت عائشہؓ بنت ام رومان زینت بن عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب حضرت عائشہؓ باپ کی طرف سے قریشہ تیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ تھیں آٹھویں پشت میں آپ کا نسب آنحضرت ﷺ کے نسب سے مل جاتا ہے۔

ولادت:- آپ کی والدہ زینب ام رومان کا پہلا نکاح عبداللہ بزدی سے ہوا تھا ان کے انتقال کے بعد آپ حضرت ابوبکر کے نکاح میں آگئیں حضرت ابوبکر سے ان کے دو بچے حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہؓ پیدا ہوئے کسی بھی مستند تاریخ میں

حضرت عائشہ کی تاریخ ولادت کا ذکر نہیں ملتا' تاہم امام محمد بن سعد نے اپنے طبقات میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت نبوت کے چوتھے سال کی ابتدا میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

بچپن:۔ حضرت عائشہؓ کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا تھا وائل کے بھائی افلح حضرت عائشہ کے رضاعی چچا کے طور پر کبھی کبھی آپؓ سے ملنے آیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی اجازت سے آپ ان کے سامنے آتی تھیں بخاری شریف میں ہے کہ کبھی کبھی ان کے رضاعی بھائی بھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔

بچپن میں حضرت عائشہؓ کی ذہانت کا واقعہ:۔ حضرت عائشہؓ بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین اور عمدہ ذکاوت کی مالک تھیں لڑکپن میں آپ کھیل کود کی بہت شوقین تھیں۔ محلہ کی لڑکیاں ہر وقت ان کے پاس جمع رہتیں وہ اکثر ان کے ساتھ کھیلا کرتیں لیکن اس لڑکپن میں بھی آنحضرت ﷺ کا ادب ہر لحاظ سے ملحوظ رہتا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ گڑیا گڑیا کھیل رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر بھی لگے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا عائشہؓ یہ کیا ہے جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا گھوڑوں پر تو پر نہیں ہوتے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیوں؟ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے تو پر تھے آپ اس بے ساختہ پن پر مسکرا دیئے۔ (از مشکوۃ باب عشرۃ النساء)

دینی ذوق اور اسلامی معلومات:۔ اس واقعہ سے حضرت عائشہؓ کی فطری ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ رقمطراز ہیں۔

> "عموماً ہر زمانہ کے بچوں کا وہی حال ہوتا جو آجکل کے بچوں کا ہے کہ سات آٹھ برس تک تو انہیں کسی بات کا مطلق ہوش نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ کسی کی بات کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں لیکن حضرت عائشہ لڑکپن کی ایک ایک بات یاد رکھتی تھیں ان کی روایت کرتی تھیں ان سے احکام مستنبط کرتی تھیں لڑکپن کے کھیل کود میں کوئی آیت

کانوں میں پڑجاتی تو اسے بھی یاد رکھتی تھیں ہجرت کے وقت ان کا
سن عمر آٹھ برس لیکن اس کم سنی اور کم عمری میں ہوش مندی اور
قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ ہجرت نبوی کے تمام واقعات بلکہ تمام
جزوی باتیں ان کو یاد تھیں ان سے بڑھ کر کسی صحابی نے ہجرت کے
واقعات کو ایسی تفصیل کے ساتھ نقل نہیں کیا ہے۔ (از سیدہ عائشہؓ صفحہ ۲۲)

شادی:- آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہ بنت خویلد سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی حضرت خدیجہؓ ہجرت سے تین سال قبل ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئیں حضرت خدیجہؓ کی قربانیوں اور پریشان کن حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت کا جو حصہ وافر آپ کے پاس تھا اس کی مثال نہیں ہر دکھ اور پریشانی میں حضرت خدیجہؓ آپ کے لئے غمگسار مونس کا کام دیتی رہیں حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو آپ کی طبیعت پر ان کی جدائی کا بہت بڑا صدمہ تھا آپ پریشان رہتے تھے کہ ایک روز عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیمؓ آپ کے پاس آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ آپ دوسرا نکاح کر لیں۔ آپ نے فرمایا کس سے خولہ نے کہا کہ بیوہ اور کنواری دونوں لڑکیاں موجود ہیں بس آپ پسند کریں فرمایا وہ کون ہیں خولہ نے کہا بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر کی لڑکی عائشہؓ ہیں ارشاد ہوا تم ان کی نسبت گفتگو کرو۔ انہی دنوں آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے پوچھا کیا ہے جواب دیا آپ کی بیوی ہے آپ نے کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہؓ ہیں۔
(از صحیح بخاری مناقب حضرت عائشہؓ)

حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ارادہ مشیت الٰہی میں مقدر ہوچکا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوگیا اس وقت آپ کی عمر ۶ برس تھی (از صحیح بخاری) تاہم رخصتی ۹ برس کی عمر میں ہوئی عرب کی گرم آب و ہوا میں نو اور دس سال کی لڑکیاں جوان ہوجاتی تھیں اتنی کمسنی میں حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ کے

گھر آنا گہری حکمتوں اور اعلیٰ دینی فوائد سے خالی نہیں بقول حضرت سید سلیمان ندوی کم سنی کی اس شادی کا ایک منشا نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی بھی تھی۔

حضرت عطیہؓ حضرت عائشہؓ کے نکاح کا واقعہ اس سادگی سے بیان کرتی ہیں کہ عائشہؓ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں ان کی نانی آئی ان کو لے گئی حضرت ابوبکرؓ نے آکر نکاح پڑھایا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا تو مجھ کو خبر تک نہ ہوئی کہ میرا نکاح ہو گیا جب میری والدہ نے باہر نکلنے سے روک دیا اس کے بعد میری والدہ نے مجھے سمجھایا۔

(از طبقات ابن سعد صفحہ ۴۰)

ہجرت:- حضرت عائشہؓ نکاح کے بعد تین برس تک اپنے والدین کے گھر رہیں، دو برس تین ماہ مکہ میں اور مدینہ میں سات مہینے ہجرت کے بعد اپنے گھر میں رہیں۔

حضرت عائشہؓ کی رخصتی:- حضرت عائشہؓ نے مدینہ منورہ میں سات ماہ گزارے اسی اثنا میں آپ بیمار ہو گئی۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے سر کے بال گر گئے صحت بحال ہوتے ہی حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا یا رسول اللہ آپ اپنی بیوی اپنے گھر کیوں نہیں بلا لیتے۔ آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس مہر ادا کرنے کی رقم نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے درخواست کی کہ میری دولت قبول ہو، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ سے آپ ﷺ نے بارہ اوقیہ قرض لیکر حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوا دیئے۔ اس کے بعد مدینہ کی عورتیں دلہن کو لینے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئیں حضرت ام رومان نے بیٹی کو آواز دی۔ وہ جھولا جھول رہی تھیں ماں نے منہ دھلایا بال سنوارے تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے اس وقت آپ ﷺ کی ضیافت دودھ سے کی گئی حضرت اسماء بنت یزید حضرت عائشہؓ کی ایک سہیلی کہتی ہیں اس وقت میں اس شادی میں موجود تھی آپ ﷺ نے تھوڑا سا دودھ پی کر باقی حضرت عائشہؓ کی طرف بڑھایا وہ شرمانے لگیں۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کا عطیہ واپس نہ کرو، انہوں نے شرماتے شرماتے لے لیا اور تھوڑا سا دودھ پی لیا۔ اس کے بعد آپ کی رخصتی عمل میں آئی۔ یہ شوال ۱ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت عائشہؓ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ شادی کے اس واقعہ میں سادگی کا یہ تاریخ ساز واقعہ پوری امت کے لئے عظیم اسوہ حسنہ ہے حضرت عائشہؓ کی شادی بھی شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت:۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل مردوں میں بھی تعلیم و تعلم کا رواج نہ تھا عورتوں میں کیسے ہوتا۔ اسلام کے آغاز کے وقت قریش کے سارے قبیلہ میں صرف سترہ آدمی پڑھے لکھے تھے ان میں شفاء بنت عبداللہ صرف ایک عورت تھی اسلام کی اشاعت میں انسانوں پر دوسرے احسانات کے ساتھ یہ احسان بھی ہوا کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج پڑ گیا۔

حضرت ابوبکرؓ اپنی اولاد کی تربیت میں اس قدر سخت تھے کہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو اس جرم پر (کہ انہوں نے مہمان کو جلد کھانا کیوں نہیں کھلایا) مارنے کے لئے تیار ہوگئے تھے۔

(از صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ شادی کے بعد بھی لغزشوں کے باعث باپ سے بہت ڈرتی رہتی تھیں۔ کئی موقعوں پر حضرت ابوبکر نے ان کو سخت تنبیہ کی۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ واقع پیش آیا تو آپؐ نے عائشہؓ کو بچالیا۔

(سنن ابوداؤد بحوالہ سیرۃ عائشہ صفحہ ۳۴)

حضرت عائشہؓ کی تعلیم و تربیت کا اصلی زمانہ رخصتی کے بعد شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ قرآن ناظرہ اسی زمانہ میں آپؓ نے پڑھا۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے لئے ان کا غلام ذکوان قرآن لکھتا تھا۔ آپ نے تاریخ و ادب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ طب کا فن وفود عرب سے سیکھا تھا۔ اطبائے عرب جو نسخے آنحضرت ﷺ کو بتاتے حضرت عائشہ ان کو یاد کر لیتی تھی۔ حضرت عائشہؓ کو کسی اور کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپؓ کا گھر دنیا کے سب سے بڑے معلم شریعت سے آراستہ تھا۔ یہی درسگاہ اور تعلیم گاہ حضرت عائشہؓ کے علم و فضل کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔

گھریلو زندگی: حضرت عائشہؓ جس گھر میں دلہن بن کر آئی تھیں وہ کسی عالیشان بلڈنگ یا اعلیٰ درجہ کی بلند و بالا عمارت پر مشتمل نہ تھا۔ مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے ان ہی میں ایک حجرہ حضرت عائشہؓ کا مسکن تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا۔ گویا حجرہ کا صحن ہی مسجد نبی کا صحن تھا۔ (آج کل اسی حجرہ میں آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔) آنحضرت ﷺ اسی دروازے سے ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے جب آپ مسجد میں اعتکاف کرتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کر دیتے حضرت عائشہؓ اسی جگہ بالوں کو کنگھا کر دیتی۔ (صحیح بخاری بحوالہ سیدہ عائشہ صفحہ ۴۱)

حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں۔ چھت کو کھجوروں کی ٹہنیوں سے ڈھانک کر اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا۔ کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت کو لگ جاتا۔ گھر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ (جس میں کھجوروں کی چھال بھری ہوئی تھی)، آٹا اور کھجوریں رکھنے کے لئے دو برتن تھے۔ پانی کے لئے ایک بڑا برتن اور پانی پینے کے لئے ایک پیالہ تھا۔ کبھی کبھی راتوں کو چراغ جلانا بھی استطاعت سے باہر تھا۔ چالیس چالیس راتیں گزر جاتیں اور گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا۔ (از مسند طیالسی صفحہ ۲۰۷)

بارگاہ الٰہی کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی

آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو آپ کی ایک بیوی خدمت گزاری کے لئے ساتھ ہوتی۔ ہر مرتبہ قرعہ اندازی ہوتی جس بیوی کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ دو غزوات میں حضرت عائشہؓ آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ غزوہ بنی مصطلق اور غزوہ ذات الرقاع اول الذکر غزوہ سے واپسی پر ایک جگہ قافلہ نے پڑاؤ ڈالا رات کے اندھیرے اور وزن کے کم ہونے کی وجہ سے قافلہ والوں کو علم نہ ہوسکا کہ

حضرت عائشہؓ اونٹ کے کجاوا پر موجود ہیں یا نہیں۔ حضرت عائشہؓ کو قضائے حاجت سے فراغت میں تاخیر ہوگئی۔ ادھر قافلہ رخصت ہوگیا۔ حضرت ام المومنینؓ نے پیچھے بھاگنے کی بجائے قافلہ کے قیام کی جگہ پر ہی لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطلؓ جن کی ڈیوٹی قافلہ کی گری پڑی اشیاء کی نگہداشت تھی، تھوڑی دیر کے بعد یہاں پہنچے تو حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اونٹ میرے قریب بٹھا دیا اور "انا للہ" پڑھا، میں سوار ہوگئی اس لفظ کے علاوہ پورے راستہ میں ان کی زبان سے کوئی لفظ میں نے نہیں سنا۔ اخلاق و کردار کے لحاظ سے ایسا پاکباز انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ادھر مدینہ منورہ میں منافقین نے طوفان اٹھا دیا۔ چاروں طرف من گھڑت خبروں اور بے بنیاد الزام لگائے جانے لگے۔ آنحضرت ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ بھی پریشان ہوگئے۔ حضرت عائشہؓ پر حضرت صفوان کے ہمراہ تنہا سفر کو غلط رنگ دیا گیا۔ حضرت عائشہؓ اپنے گھر تشریف لے گئیں۔

(تفصیل کے لئے حضرت سید سلیمان ندوی کی کتاب سیدہ عائشہ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔)

الزام کی صفائی اور تحقیق کے لئے آنحضرت ﷺ کو صحابہ کرامؓ کا اعلیٰ سطحی اجلاس مسجد نبوی میں طلب کرنا پڑا۔ بالآخر حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی الٰہی کے انتظار کا فیصلہ ہوا۔ اگلے ہی روز درج ذیل آیات قرآنی نازل ہوئیں۔ تو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سمیت تمام صحابہؓ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے۔

ترجمہ: جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔ تم اس کو برا نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی (کہ مومنین اور منافقین کی تمیز ہوگئی) ہر شخص کو حصہ کے مطابق گناہ اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی اور بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کئے اور جب گواہ پیش نہیں کیئے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے، اگر خدا کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے

حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ تم نے سنتے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم کو ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے۔ خدا پاک ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے"

حضرت عائشہؓ کی صفائی میں سترہ قرآنی آیات کا اترنا تھا کہ حضرت عائشہؓ کی عظمت اسلام تاریخ کا حصہ بن گئی۔

اسی طرح غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر بھی حضرت عائشہؓ کی وجہ سے تیمم کا قرآنی حکم نازل ہوا۔

ترجمہ: " اگر تم بیمار ہو' یا سفر میں ہو' یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرلو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پھیرلو۔ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے"

اس طرح حضرت ابوبکرؓ اور ان کے خاندان کے احسان سے امت محمدیہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اور یہ تمام صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا' چنانچہ لوگ قصداً زیادہ ہدیئے اور تحفے بھیجتے تھے۔ جس روز حضرت عائشہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی باری ہوتی تو ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا لیکن کوئی ٹوکنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہؓ کو راضی کیا۔ وہ پیام لے کر گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری بیویوں کے مقابلے میں حضرت عائشہؓ کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لخت جگر جس کو میں زیادہ چاہتا ہوں کیا تم اس کو نہیں چاہو گی۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے لئے اس قدر ہی کافی تھا۔ وہ واپس چلی آئیں۔ ایک مرتبہ یہی بات حضرت ام سلمہؓ نے کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہؓ کے بارے میں مجھے دق نہ کرو کیونکہ عائشہؓ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نہیں آئی۔

(از نسائی شریف)

ذیل میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ؒ کی کتاب سیرۃ عائشہ سے حضرت عائشہ ؓ کے بارے میں چند واقعات نقل کئے جارہے ہیں۔ جن سے سیدہ عائشہ ؓ کی عظمت محبت، محبت رسول ؐ اور دینی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

شوہر سے محبت

حضرت عائشہ ؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ سے نہ صرف محبت تھی بلکہ شغف و عشق تھا۔ اس محبت کا کوئی اور دعویٰ کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات ؓ میں اس کا بڑا خیال تھا۔ (تفصیل آگے آتی ہے) کبھی راتوں کو حضرت عائشہ ؓ بیدار ہوئی اور آپ ؐ کو پہلو میں نہ پائیں تو بیقرار ہوجاتیں۔ ایک بار شب کو آنکھ کھلی تو آپ ؐ کو نا پایا۔ راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے۔ ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں۔ آخر ایک جگہ آنحضرت ﷺ کا قدم مبارک ملا، دیکھا تو آپ ؐ سربسجود مناجات الٰہی میں مصروف ہیں۔ ایک دفعہ یہی واقعہ پیش آیا۔ تو شک سے خیال کیا کہ شاید آپ ؐ کسی اور بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں۔ دیکھا تو آپ ؐ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ اپنے قصور پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا "میرے ماں باپ آپ ؐ پر قربان، میں کسی خیال میں ہوں اور آپ ؐ کس عالم میں ہیں۔"

ایک شب کا اور واقعہ ہے کہ آنکھ کھلی تو آنحضرت ﷺ کو نہ پایا۔ شب کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔ ادھر ادھر ڈھونڈا، لیکن محبوب کا جلوہ نظر نہیں آیا۔ آخر تلاش کرتی ہوئی قبرستان پہنچیں، دیکھا تو آپ ؐ دعا و استغفار میں مشغول ہیں۔ الٹے پاؤں واپس آئیں اور صبح کو آپ ؐ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ؐ نے فرمایا، ہاں رات کوئی کالی کالی چیز سامنے جاتی معلوم ہوتی تھی وہ تم ہی تھیں۔

لباس

زہد و قناعت کی وجہ سے صرف ایک جوڑا پاس رکھتی تھیں۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ ایک کرتا تھا جس کی قیمت پانچ درہم (ڈیڑھ روپیہ) تھی، یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس قدر بیش قیمت تھا کہ تقریبوں میں دلہن کے لئے عاریتاً مانگا جاتا تھا۔ کبھی کبھی زعفران رنگ کر کپڑے پہنتی تھیں۔ گاہے گاہے زیور بھی پہن لیتی تھیں۔ گلے میں یمن کا بنا ہوا خاص قسم

کے سیاہ و سپید مہروں کا ہار تھا۔ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

اخلاق و عادات

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذات اقدس ﷺ کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے آئی تھی اور جس کے روئے جمال کا غازہ انک لعلی خلق عظیم ہے۔ اس تربیت گاہ روحانی یعنی کاشانہ نبوت نے پردگیان حرم کو حسن اخلاق کے اس رتبہ تک پہنچا دیا تھا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کا اخلاق نہایت بلند تھا۔ وہ نہایت سنجیدہ، فیاض قانع عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

قناعت پسندی:- عورت اور قناعت پسندی دو متضاد مفہوم ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ شوہروں کی ناشکر گزاری کی وجہ سے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی ذات میں وہ دونوں مجتمع ہیں۔ انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی عسرت اور فقر و فاقہ سے بسر کی۔ لیکن وہ کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہیں لائیں۔ بیش بہا لباس، گراں قیمت زیور، عالی شان عمارت، لذیذ الوان نعمت، ان میں سے کوئی چیز شوہر کے پاس ان کو حاصل نہیں ہوئی اور دیکھ رہی تھیں کہ فتوحات کا خزانہ سیلاب کی طرح ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہے، تاہم کبھی ان کی طلب بلکہ ہوس بھی ان کو دامن گیر نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ایک دفعہ انہوں نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی، کہ مجھے رونا نہ آتا ہو، ان کے ایک شاگرد نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے دنیا کو چھوڑا۔ خدا کی قسم دن میں دو دفعہ کبھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔ (ترمذی، زہد)

خدا نے اولاد سے محروم کیا تھا، تو عام مسلمانوں کے بچوں کو اور زیادہ تر یتیموں کو

لے کر پرورش کیا کرتی تھیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں اور ان کی شادی بیاہ کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

ہم جنسوں کی امداد:- خدا نے ان کو کاشانہ نبوت کی ملکہ بنایا تھا۔ اس فرض کو وہ نہایت خوبی سے انجام دیتی تھیں۔ عورتیں جب آنحضرتؐ کی خدمت میں ضرورت لے کر آتیں۔ اکثر ان کی اعانت اور سفارش حضور کی خدمت میں کیا کرتی تھیں۔

شوہر کی اطاعت:- رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپؐ کی مسرت و رضا کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتیں۔ اگر ذرا بھی آپؐ کے چہرے پر حزن و ملال و کبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا۔ بیقرار ہو جاتیں۔ رسول ﷺ کے قرابت داروں کا اتنا خیال تھا کہ ان کی کوئی بات ٹالتی نہ تھیں۔ ایک دفعہ عبداللہ بن زبیرؓ سے خفا ہو کر ان سے نہ ملنے کی قسم کھا بیٹھی تھیں۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ کے ننہالی لوگوں نے سفارش کی تو انکار کرتے نہ بنا۔ آپؐ کے دوستوں کی بھی اتنی عزت کرتی تھیں اور ان کی کوئی بات بھی رد نہیں کرتی تھیں۔

غیبت اور بدگوئی سے احتراز:- وہ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتی تھیں۔ ان کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک ہے مگر اس دفتر میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک حرف بھی نہیں ہے۔ سوکنوں کو برا کہنا عورتوں کی خصوصیت ہے مگر آپؓ کشادہ پیشانی سے اپنی سوکنوں کی خوبیوں کو بیان اور ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کرتی ہیں۔ حضرت حسانؓ جن سے افک کے واقعہ میں حضرت عائشہؓ کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور وہ ان کو بڑی خوشی سے جگہ دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت حسانؓ آئے اور اپنا ایک قصیدہ سنانے لگے۔ اس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ "وہ بھولی بھالی عورتوں پر تہمت نہیں لگاتی۔" حضرت عائشہؓ کو افک کا واقعہ یاد آگیا۔ اس پر صرف اسی قدر فرمایا! لیکن تم ایسے نہیں ہو۔ بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب سے حضرت عائشہؓ کے سامنے حضرت حسانؓ کو برا کہنا چاہا۔ تو انہوں نے سختی سے روکا کہ ان کو برا نہ کہو، کہ یہ رسول ﷺ کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص کا ذکر چلا، آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا، لوگوں نے کہا، ام المومنین ؓ اس کا تو انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر فوراً ہی اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ سب نے سبب پوچھا کہ ابھی تو آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا اور ابھی آپ اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہیں۔ جواب دیا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مردوں کو بھلائی کے سوا یاد نہ کرو۔

عدم قبول احسان:- کسی کا احسان کم قبول کرتی تھیں اور کرتی بھی تھیں تو اس کا معاوضہ ضرور ادا کرتی تھیں۔ فتوحات عراق کے مال غنیمت میں موتیوں کی ایک ڈبیہ آئی۔ عام مسلمانوں کی اجازت سے حضرت عمرؓ نے وہ حضرت عائشہؓ کو نذر بھیجی۔ حضرت عائشہؓ نے ڈبیہ کھول کر کہا "خدایا! مجھے ابن خطاب کا احسان اٹھانے کے لئے اب زندہ نہ رکھ" اطراف ملک سے ان کے پاس ہدیئے اور تحفے آیا کرتے تھے۔ حکم تھا کہ ہر تحفہ کا معاوضہ ضرور بھیجا جائے۔ عبداللہ بن عامر عرب کے ایک رئیس نے کچھ روپے اور کپڑے بھیجے ان کو یہ کہہ کر واپس کر دینا چاہا کہ ہم کسی کی کوئی چیز قبول نہیں کرتے لیکن پھر آپؐ کا ایک فرمان یاد آ گیا تو واپس لے لیا۔

خودستائی سے پرہیز:- اپنے منہ سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتی تھیں۔ مرض الموت میں حضرت ابن عباسؓ نے عیادت کے لئے آنا چاہا۔ لیکن وہ سمجھ چکی تھیں کہ وہ آکر میری تعریف کریں گے۔ اس لئے اجازت دینے میں تامل کیا۔ لوگوں نے سفارش کی تو منظور کیا۔ اتفاق یہ کہ حضرت ابن عباسؓ نے آکر واقعتاً تعریف شروع کی، سن کر بولیں، کاش! میں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

خودداری:- اس عجز و خاکساری کے باوجود وہ خوددار بھی تھیں۔ کبھی کبھی یہ خودداری دوسروں کے مقابلے میں تنگ مزاجی کی حد تک پہنچ جاتی اور خود آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں وہ ناز محبوبانہ بن جاتی۔ واقعہ افک کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے برأت کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ماں نے کہا بیٹی شوہر کا شکریہ ادا کرو، بولیں "میں صرف اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی" جس نے مجھ کو پاکدامنی و طہارت کی عزت بخشی۔ آنحضرت ﷺ سے خفا ہوتیں تو آپ کا نام لے کر قسم کھانا چھوڑ دیتیں۔ یہ سب محبوبانہ انداز ہیں۔ جن کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے کہ میاں بیوی کے درمیان کے معاملات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اکثر اپنی خالہ کی خدمت کیا کرتے تھے اور وہ فیاض طبعی سے اس کو ہمیشہ ادھر اودھر دے دیا کرتی تھیں۔ ابن زبیرؓ نے تنگ آکر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا ضروری ہے۔ حضرت عائشہؓ کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھالی کہ اب بھانجے کی کوئی چیز نہ چھوؤں گی۔ لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں اور آنحضرت ﷺ کے اعزہ کو درمیان میں ڈالا تب جاکر صاف ہوئیں۔

عام خوددار انسانوں سے انصاف پسندی کا ظہور کم ہوتا ہے۔ لیکن پروردگاران تربیت نبوی کے کمال اخلاق ہی کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ جس کی بڑی مثال باہم متضاد اخلاقی انواع میں تطبیق ہے۔ حضرت صدیقہؓ کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک کے موجودہ حاکم و والی کا رویہ میدان جنگ میں کیا رہتا ہے جواب میں عرض کیا کہ ہم کو اعتراض کے قابل کوئی بات نظر نہیں آئی۔ کسی کا اونٹ مرجاتا ہے تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں اور خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں' خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ بھی دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی ہو' تاہم ان کی بدسلوکی مجھے تم کو یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ حضور انور ﷺ نے میرے اس گھر کے اندر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو میری امت کا والی ہو' اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا اور جو نرمی کرے اس کے ساتھ نرمی فرمانا۔

دلیری: نہایت شجاع اور پر دل تھیں راتوں کو تنہا اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ میدان جنگ میں آکر کھڑی ہوجاتی تھیں۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا' اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ غزوہ خندق میں جب چاروں طرف سے مشرکین محاصرہ کئے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملہ کا خوف تھا۔ وہ بے خطر قلعہ سے نکل کر مسلمانوں کا نقشہ جنگ معائنہ کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے لڑائیوں میں بھی شرکت کی اجازت چاہی تھی۔ لیکن نہ ملی' جنگ جمل میں وہ جس شان سے فوجوں کو لائیں۔ وہ بھی ان کی طبعی شجاعت کا ثبوت ہے۔

فیاضی:- حضرت عائشہؓ کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی دونوں بہنیں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحب کرم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں۔ جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی۔ بانٹ دیتی تھیں اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں۔ اس کو اٹھا نہیں رکھتی تھیں۔ اکثر مقروض رہتی تھیں اور لوھر اودھر سے قرض لیا کرتی تھیں۔ لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے۔ خدا اس کی اعانت فرماتا ہے۔ میں اس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں۔

خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں' جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔

ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے' اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا' صرف ایک چھوہارا تھا' اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ آنحضرت ﷺ جب باہر سے تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا۔ ایک دفعہ سائل آیا سامنے کچھ انگور کے دانے پڑے تھے۔ ایک دانہ اٹھا کر اس کے حوالہ کیا' اس نے دانہ کو حیرت سے دیکھا کہ ایک دانہ بھی کوئی دیتا ہے' یہ دیکھو کہ اس میں کتنے ذرے ہیں۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (زلزال)

جس نے ایک ذرہ بھر بھی نیکی کی' وہ اس کو دیکھے گا۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے ان کے سامنے پوری ستر ہزار کی رقم خدا کی راہ میں دے دی اور دوپٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔

امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے' شام ہوتے ہوتے ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا' سب محتاجوں کو دے دلا دیا۔ اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا۔ لونڈی نے عرض کی افطار کے سامان کے لئے تو کچھ رکھنا تھا۔ فرمایا کہ تم نے یاد دلا دیا ہوتا۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے' حضرت ابن زبیرؓ نے ایک دفعہ دو بڑی تھیلیوں میں ایک لاکھ کی رقم بھیجی۔ انہوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کیا اور اس دن بھی روزہ سے تھیں۔ شام ہوئی تو لونڈی سے افطار لانے کو کہا' اس نے عرض کی یا ام المومنین اس رقم سے

ذرا سا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں، فرمایا! اب ملامت نہ کرو تم نے اس وقت کیوں یاد نہیں دلایا۔

ایک دفعہ اور اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، روزے سے تھیں، گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی، لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ایک روٹی بھی اس کی نذر کر دو عرض کی کہ شام کو افطار کس چیز سے کیجئے گا۔ فرمایا یہ تو دے دو، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا سالن ہدیتہً بھیجا، لونڈی سے کہا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز خدا نے بھیج دی۔ اپنے رہنے کا مکان امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ قیمت جو آئی وہ سب راہ خدا میں صرف کر دی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھانجے تھے اور خالہ کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتے تھے، وہ زیادہ تر خدمت کیا کرتے تھے، لیکن اسی فیاضی کو دیکھتے دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے، کہیں ان کے منہ سے نکل گیا اب ان کا ہاتھ روکنا چاہئے، خالہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے قسم کھالی کہ اب کبھی ابن زبیرؓ سے بات نہیں کروں گی، وہ میرا ہاتھ روکے گا، حضرت ابن زبیرؓ مدت تک معتوب رہے اور آخر بڑی مشکل سے ان کو معاف فرمایا۔

خشیت الٰہی و رقیق القلبی:۔ دل میں خوف اور خشیت الٰہی تھی، رقیق القلب بھی بہت تھیں، بہت جلد رونے لگتی تھیں، حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے بعض فرائض کے ادا کرنے سے معذوری پیش آگئی، تو اپنی محرومی پر بے اختیار رونے لگیں، آنحضرت ﷺ نے تشفی دی تو قرار آیا۔ ایک دفعہ دجال کا خیال کر کے اس قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے لگیں۔ جنگ جمل کی شرکت کا واقعہ یاد آجاتا تو پھوٹ پھوٹ کر روتیں۔ مرض الموت میں بعض اجتہادی غلطیوں پر اس قدر ندامت ہوتی کہ فرماتی تھیں کہ کاش میں نیست و نابود ہو گئی ہوتی۔

ایک دفعہ کسی بات پر قسم کھالی تھی، پھر لوگوں کے اصرار پر ان کو اپنی قسم توڑنی پڑی اور گو اس کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کئے، تاہم ان کے دل پر اتنا گہرا اثر تھا کہ جب یاد کرتیں تو روتے روتے آنچل تر ہو جاتا (بخاری باب الہجرت) واقعہ افک میں جب منافقین کی اس تہمت کا حال ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں، والدین لاکھ تشفی دیتے تھے،

لیکن ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سائلہ ان کے دروازے پر آئی' دو ننھے ننھے بچے اس کے ساتھ تھے' اس وقت گھر میں کچھ اور نہ تھا' تین کھجوریں ان کو دلوادیں' سائلہ نے ایک ایک کھجور ان بچوں کو دی اور ایک اپنے منہ میں ڈال لی' بچوں نے اپنا اپنا حصہ کھا کر حسرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھا' ماں نے اپنے منہ سے کھجور نکال کر آدھی آدھی دونوں میں بانٹ دی' اور خود نہیں کھائی' ماں کی محبت کا یہ حسرت ناک منظر اور اس کی یہ بے کسی دیکھ کر بے تاب ہوگئیں اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

عبادت الٰہی:- عبادت الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں' چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھ کو منع کرے تو میں باز نہ آؤں۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد بھی اس قدر پابند تھیں کہ اگر اتفاق سے آنکھ لگ جاتی اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں' تو سویرے اٹھ کر نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کرلیتیں' ایک دفعہ اسی موقع پر ان کے بھتیجے قاسم پہنچ گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ پھوپھی جان یہ کیسی نماز ہے؟ فرمایا میں رات کو نہیں پڑھ سکی اور اب اس کو چھوڑ نہیں سکتی ہوں۔ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔ "ذکوان" نام کا ایک خواندہ غلام تھا وہ امام ہوتا تھا' سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا' یہ مقتدی ہوتیں۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں' اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں۔ ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روز روزے سے تھیں' گرمی اور تپش اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جاتے تھے' عبدالرحمٰن آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں' افطار کرلیجئے' فرمایا کہ جب میں آنحضرت ﷺ کی زبانی یہ سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرادیتا ہے تو کیا میں روزہ توڑ دوں۔

حج کی شدت سے پابند تھیں' کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اخیر زمانے میں حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ازواج مطہرات کے ساتھ حج کے سفر میں روانہ کیا تھا۔ حج میں ان کے ٹھہرنے کے

مقامات مقرر تھے۔ پہلے آنحضرت ﷺ کی تبعیت کے خیال سے میدان عرفہ کی آخری سرحد نمرہ میں اترا کرتی تھیں۔ جب یہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو وہاں سے ذرا ہٹ کر اراک میں اپنا خیمہ کھڑا کراتی تھیں۔ کبھی کوہ ثبیر کے دامن میں آکر ٹھہرتی تھیں، جب تک یہاں قیام رہتا وہ خود اور جو لوگ ان کے ساتھ رہتے تکبیر پڑھا کرتے، جب یہاں سے چل کھڑی ہوتیں تو تکبیر موقوف کرتیں، پہلے یہ دستور تھا کہ حج کے بعد ذی الحجہ ہی کے مہینہ میں عمرہ ادا کرتی تھیں، بعد کو اس میں ترمیم کی، ماہ محرم سے پہلے وہ جحفہ میں جاکر ٹھرتی تھیں، محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں۔ عرفہ کے دن روزے سے ہوتیں، شام کو جب سب لوگ یہاں سے روانہ ہو جاتے افطار کرتیں۔

معمولی باتوں کا لحاظ:۔ منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک سے بھی پرہیز کرتی تھیں۔ راستہ میں اگر کبھی ہوتیں اور گھنٹے کی آواز آتی تو ٹھہر جاتیں کہ کان میں اس کی آواز نہ آئے۔ ان کے ایک گھر میں کرایہ دار تھے، یہ شطرنج کھیلا کرتے تھے ان کو کہلا بھیجا کہ اگر اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو گھر سے نکلوا دوں گی۔

ایک دفعہ گھر میں ایک سانپ نکلا، اس کو مار ڈالا، کسی نے کہا آپ نے غلطی کی، ممکن ہے کہ یہ کوئی مسلمان جن ہو، فرمایا! اگر یہ مسلمان ہوتا تو امہات المومنین کے حجروں میں نہ آتا اس نے کہا آپ ستر پوشی کی حالت میں تھیں، جب وہ آیا، یہ سن کر متاثر ہوئیں اور اس کے فدیہ میں ایک غلام آزاد کیا؟

غلاموں پر شفقت:۔ صرف ایک قسم کے کفارہ میں ایک دفعہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کئے آپ کے کل آزاد کئے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ تھی تمیم کے قبیلہ کی ایک لونڈی ان کے پاس تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ یہ قبیلہ بھی حضرت اسماعیلؑ ہی کی اولاد میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اس کو آزاد کر دیا (بخاری کتاب العتق) بریرہ نام کی مدینہ میں ایک لونڈی تھیں ان کے مالکوں نے ان کو مکاتب کیا تھا یعنی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم جمع کر دو تو آزاد ہو، اس رقم کے لئے انہوں نے لوگوں سے چندہ مانگا، حضرت عائشہؓ نے سنا تو پوری رقم اپنی طرف سے ادا کر کے ان کو آزاد کرا دیا۔ ایک دفعہ بیمار پڑیں لوگوں نے کہا کسی نے ٹونا کیا ہے انہوں نے لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے ٹونا کیا ہے اس نے اقرار

کیا پوچھا کیوں؟ بولی تاکہ آپ جلد مرجائیں تو میں جلدی چھوٹوں' حکم دیا کہ اس کو شریر کے ہاتھ بیچ ڈالو' اور اسکی قیمت سے دوسرا غلام خرید کر آزاد کرو' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا گویا ایک قسم کی سزا تھی لیکن کتنی عجیب!

فقراء کی حسب حیثیت اعانت:- فقراء اور اہل حدیث کی اعانت ان کے حسب حیثیت کرنا چاہئے اگر کسی نیچے طبقے کا آدمی تمہارے پاس آتا ہے تو اس کی حاجت برآری ہی اس کی درد کی سزا ہے لیکن اگر اس سے بلند درجہ کا آدمی ہے تو وہ اس کے ساتھ کسی قدر عزت و تعظیم کا بھی مستحق ہے حضرت عائشہؓ اس نکتہ کو ہمیشہ مد نظر رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک معمولی سائل آیا اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا' وہ چل دیا اسکے بعد ایک اور شخص آیا جو کپڑے وپڑے پہنے تھے اور کسی قدر عزت دار معلوم ہوتا تھا اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر رخصت کیا لوگوں نے عرض کی کہ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ دو قسم کے برتاؤ کیوں کئے گئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کرنا چاہیئے۔

پردہ کا اہتمام:- پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہوگیا تھا۔ جن ہونہار طالب علموں کا اپنے یہاں بے روک ٹوک آجانا اور رکھنا چاہتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حدیث کے مطابق اپنی کسی بہن یا بھانجی سے ان کو دودھ پلوا دیتی تھیں اور اسطرح ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن جاتی تھیں۔ اور ان سے پردہ نہیں ہوتا ورنہ ہمیشہ طالب علموں کے اور ان کے درمیان پردہ پڑا رہتا تھا ایک دفعہ حج کے موقع پر چند بی بیوں نے عرض کی کہ اے ام المومنین چلئے حجر اسود کو بوسہ دے لیں فرمایا تم جاسکتی ہو' مردوں کے ہجوم میں میں نہیں جاسکتی۔ کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرایا جاتا تھا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرہ پر نقاب پڑی رہتی تھی ایک غلام کو مکاتب کیا تھا اس سے کہا کہ جب تمہارا زر فدیہ اتنا ادا ہوجائے تو میں تمہارے سامنے نہیں آسکتی۔ اسحاق تابعی نابینا تھے وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کیا وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ' میں تو آپ کو دیکھتا نہیں' فرمایا تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تم کو دیکھتی ہوں' مردوں سے شریعت میں پردہ نہیں' لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ وہ

اپنے حجرہ میں حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں۔

فضل و کمال

علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنینؓ پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر، بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ پر فوقیت عام حاصل تھی صحیح ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے۔

مااشکل علینا اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم حدیث قط فسالنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما

ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی۔ کہ جس کو ہم نے عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔

عطا بن ابی الرباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل تھا کہتی ہیں۔

کانت عائشة افقه الناس واعلم الناس واحسن الناس رایا فی العامة

حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

امام زہری جو تابعین کے پیشوا تھے، جنہوں نے بڑے بڑے صحابہ کے آغوش میں تربیت پائی تھی، کہتے ہیں۔

کانت عائشة اعلم الناس یسئلها الاکابر اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سے زیادہ عالم تھی، بڑے بڑے صحابہؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ کو وہ بھی جلیل القدر تابعی تھے، کہتے ہیں۔

مارایت احدا اعلم بسنن رسول الله صلی الله علیه

وسلم ولا افقه فی رای ان احتیج الی رایه ولا اعلم بایة فیما نزلت ولا فریضة من عائشة

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے' ان سے زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسئلہ کا واقف کار حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک دن امیر معاویہؓ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے' اس نے کہا ''امیر المومنین آپ ہیں'' انہوں نے کہا نہیں' میں قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ اس نے کہا ''اگر یہ ہے تو عائشہؓ''

[illegible] ﷺ کے [illegible] عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے۔

ما رایت احدا اعلم بالحلال والحرام ' والعلم والشعر والطب من عائشة ام المومنین

میں نے حلال وحرام وعلم وشاعری اور طب میں ام المومنین عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں۔

ما رایت احدا اعلم بالقرآن ولا بفریضة ولا بحلال ولا بفقه ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا نسب من عائشة

قرآن' فرائض' حلال وحرام' فقہ' شاعری' طب' عرب کی تاریخ اور نسب کا حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک شخص نے مسروق تابعی سے جو تمام تر حضرت عائشہؓ کے تربیت یافتہ تھے۔ دریافت کیا کہ ام المومنین فرائض کا فن جانتی ہیں؟ جواب دیا۔

ای والذی نفسی بیده لقد رایت مشیخة اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یسئلونها عن الفرائض

خدا کی قسم میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔

حفظ حدیث اور سنن نبوی ﷺ کی اشاعت کا فرض گو دیگر ازواج مطہراتؓ بھی ادا

کرتی تھیں۔ تاہم حضرت عائشہؓ کے رتبہ کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچیں، محمود بن لبید کا بیان ہے۔

كان ازواج النبي صلى الله عليه سلم يحفظن من حديث النبي صلى الله عليه وسلم كثيرا ولامثلا العائشة وام سلمة

ازواج مطہرات بہت سی حدیثیں زبانی یاد رکھتیں تھیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے برابر نہیں۔

امام زہری کی شہادت ہے۔

لوجمع علم الناس كلهم وعلم ازواج النبي صلى الله عليه وسلم فكانت عائشة اوسعهم علما

اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا تو حضرت عائشہؓ کا علم ان میں سب سے وسیع ہوتا۔

بعض محدثین نے حضرت عائشہؓ کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا

خذوا شطر دينكم عن حميراء

اپنے مذہب کا ایک حصہ اس گوری عورت سے سیکھو

اس حدیث کو ابن اثیر نہایہ میں اور فردوسی اپنی مسند میں (بتغیر الفاظ) لائے ہیں لیکن لفظاً اس کی سند ثابت نہیں اور اس کا شمار موضوعات میں ہے تاہم معنی اس کے صحیح ہونے میں کس کو شک ہے۔

وفات

امیر معاویہؓ کی خلافت کا آخری حصہ حضرت عائشہؓ کی زندگی کا آخیر زمانہ ہے، اس وقت ان کی عمر سرسٹھ برس کی تھی۔ ۵۸ھ میں رمضان کے مہینہ میں بیمار پڑیں۔ چند روز تک علیل رہیں، کوئی خیریت پوچھتا، فرماتی اچھی ہوں جو لوگ عیادت کو آتے بشارت

دیتے' فرماتیں اے کاش میں پتھر ہوتی اے کاش میں کسی جنگل کی جڑیں بوٹی ہوتی۔

مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا' مجھے دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا' اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں۔ صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔ ۵۸ ہجری تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ مطابق ۱۳ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اژدھام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا حضرت ام سلمہؓ نوحہ اور ماتم سن کر بولیں' عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے' مسند طیالسی میں ہے کہ انہوں نے کہا خدا ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے آپ کے سوا وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں حضرت ابوہریرہؓ ان دنوں مدینہ کے قائم مقام حاکم تھے انہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی' قاسم بن محمد ابی بکرؓ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عبداللہ بن عتیق عروہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ اور حسب وصیت جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے بعد کچھ متروکات چھوڑے جن میں ایک جنگل بھی تھا۔ یہ ان کی بہن حضرت اسماءؓ کے حصہ میں آیا' امیر معاویہؓ نے تبرکاً اس کو ایک لاکھ درہم میں خریدا' اس کثیر رقم کو حضرت اسماء نے عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔